قسط ۱

ادبی تنقید کیا ہے؟ (عربی ادب کے حوالے سے)

شاہد اسلم قاسمی، شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

ادبی تنقید انسانی زندگی کا ایک فطری فن ہے ہر انسان کو کچھ نہ کچھ ذوق عطا ہوا ہے اگرچہ ادراک وشعور کی قوتیں کم ہی ہوں لیکن اس چیز سے وہ ادب اور اس کے ذوق کو سمجھتا ہے اور اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تنقید کا آغاز ابتداء ہی سے ہو گیا تھا وہ اپنے بچپن ہی سے ادب کے دوش بدوش چلتی رہی اور شاید سب سے پہلا ناقد سب سے اچھے شاعر کے فوراً بعد پایا گیا۔ خواہ اس کی تنقید سلبی ہی کیوں نہ ہو جو شعر سے صرف لطف اندوز ہونے تک ہی محدود ہو یا ایجابی ہو جو لطف اندوز ہونے میں تجاوز کر کے اس ردعمل کی تشریح اور غلط بیانی کرے۔

ادب اور نقد زندگی کی ناطق قدریں ہیں۔ ادب زندگی کے بطن سے رونما ہوتا ہے اور نقد ادب کی تہذیب اور حسن کاری میں حصہ لیتا ہے، وہ زندگی کے تجربات کو پرکھتا ہے اور ان قدروں کا تعین کرتا ہے جو تخلیق کو نور و نکہت اور وجدانی تاثرات کو سائنسی صداقت سے ہم آہنگ کرتی ہیں اس کی آواز کا جادو جب زندگی کے افق پر جلوہ ریز ہوتا ہے تو وہ حیات کے تاروں کو چھیڑ کر فضا میں نغمہ برسا دیتا ہے۔ اور عقل کو آداب جنوں سکھاتا ہے نقد نہ محض علمی صحیفہ ہے اور نہ بے ستون و کوہکن کی حکایات خونچکاں۔ وہ زندگی کو اصول تغیر اور لامتناہی سلسلے سے ہمکنار کرتا ہے۔ وہ ہیئت و معنی کا حسین امتزاج پیش کرتے ہوئے گردش دوراں کو لطافت صہبا اور انسان کو زندگی کی آخری صداقت کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

نقد چند غیر مولود قوانین کا نام نہیں۔ بلکہ نقد کی بنیاد اصول، ضابطہ اور فہم پر قائم ہے نقد کے اصولوں پر ادب پاروں کو پرکھنے کے بعد کچھ نتائج برآمد ہوتے ہیں، وہ ٹھیک ہیں یا نہیں، انفرادی یا اجتماعی ذوق نقد کا ادبی ستون اور ادب کو پرکھنے کی اولین کسوٹی ہے ادب کا فنی مرتبہ متعین کرنے اور ادب کی قدر و قیمت بیان کرنے کے متعلق، ادبی احکام اور فیصلے صادر کرنے کے لئے ذوق مرجع

ہے۔

نقد کا کام اس وقت شروع ہوتا ہے۔ جب ادب عالم تخلیق میں آچکتا ہے ادب پہلے وجود میں آتا ہے اور نقاد انشا ادب کے بعد اپنا فریضہ انجام دیتا ہے۔ نقد سے یہ بات خود بخود متصور ہوتی ہے کہ ادب بالفعل موجود ہے۔ نقد کے توسط سے ادب کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح ادب ترقی کرتا ہے اور نقاد اپنے ملکۂ ذہن اور فطری جذبہ کی روشنی میں ادب کے بارے میں حکم صادر کرتا ہے۔ (۱)

نقد کو اس بات کی قدرت حاصل نہیں کہ وہ ادب کو عدم سے وجود میں لائے ادب تخلیق کرنا یا ادبی ذوق اور احساس کی چاشنی پیدا کرنا، نقد نہیں ہے نقد میں تخلیق کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ نقد ادب اور احساس کی چمک کو بڑھاتا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انشاء ادب، ادبی ذوق اور اس کی تنقید یہ تینوں ملکے فطری طور پر بیک وقت کسی ادیب میں پائے جا سکیں۔ نقاد ادیب کے وجدان کو ٹٹولتا ہے۔ وہ ادیب کے ذاتی احوال و کوائف کو آئینہ کرکے رکھ دیتا ہے۔ وہ ادیب کی طرح ستاروں پر کمند ڈالنے کے بجائے انگاروں سے دہکتی اور پھلجھڑیوں سے مہکتی ہوئی ادیب کی زندگی کے اسباب و علل تلاش کرتا ہے۔ وہ ادیب کے ذہن کا مطالعہ کرتا ہے جہاں داخل کی گہرائیوں سے نکلنے والے ادب نے جگہ پائی ہے۔ وہ تاریخی ماہیت سے سوز دروں کی مطابقت کا اندازہ لگاتا ہے جس نے ادیب کے ذوق جمال کو استوار کیا اور قوت تاثیر کو نمو بخشی۔

نقد مادی ارتقاء اور تاریخ کا منضبط علم ہے۔ نقد معاشرتی حدوث و ارتقاء کی ایک تاریخ ہے وہ تخلیق کو جدلیاتی ماہیت اور فن کار کو خارجی اسباب و صور کے درمیان جہد و پیکار آمادہ کرتا ہے وہ فن کار کے ضمیر سے دوئی اور تضاد کو مٹاتا ہے وہ تاریخی جبریت کا شکار نہیں ہوتا اور اپنے اندر اجتماعی اور انفرادی ارادے کو یکساں طور سے کارفرما ہونے دیتا ہے۔

ادب احول اور شخصیت سے پیدا ہوتا ہے۔ نقد ادب کے افادی اور جمالیاتی پہلوؤں پر نگاہ ڈالتا ہے۔ وہ خیال کی پاکیزگی کے ساتھ اسلوب کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ نقد و فکر و فن

---

(۱) طبقات الشعراء۔ ابن سلام

[illegible] فن میں نکھار اور تنظیم لاتا ہے وہ خیال اور فکر
[illegible] کرتا ہے۔
[illegible] کی طرح عمرانی علوم میں سے نہیں ہے اور نہ اس کا شمار علوم ریاضی [illegible]
[illegible] اس کی وجہ ہے کہ یہ تمام علوم وضعی ہیں۔ نقد، عقلیت اور سائنسی طریق
[illegible] احساس جمال کا بہرہ ور کرتا ہے۔ نقد کا تعلق دو پہلوؤں سے ہے۔ پہلا
[illegible] موضوعیت ہے اور نحو، بیان اور ذوق عمومی کو دخل ہے۔ نقد کا دوسرا حصہ شخصی
[illegible] انفرادی ذوق یا ذوق خاص ہے۔ ہر فرد کا ذوق اس کا اپنا ذوق ہوتا ہے
اس میں [illegible] دخل نہیں ہوتا۔ احساس زندگی کے ارتقائی عمل سے ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ نقد خالص فن بھی
نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ فن نقد ذاتیات سے بحث کرتا ہے اور زندگی کو ادیب کی آنکھوں سے
دیکھتا ہے۔ اس اصول کے پیش نظر نقد کی تین شقیں ہوئیں (۱) نحو، معانی بیان (۲) نثر و نظم (۳)
فلسفہ، نفسیات اور فنی اصول۔ پس نقد علم خالص اور فن خالص کے درمیان ایک شئے ہے جو ان
جانبوں میں سے کسی ایک ہی طرف نہیں جھک سکتا۔

نقد، عقلی ثبوتیت کو زبان دلیری، اور حدیث قدسی کو تجربہ و ادراک ایمانی شعور دیتا ہے
وہ [illegible] کے نظام میں زندگی کے حرکی تصور اور عملی التزامات کا پیامبر ہوتا ہے۔ وہ ذہن
کی [illegible] لاشعور کو تعبیر سے، شعر کو آہنگ سے، روح کو تصوریت سے ملاتا ہے۔ اور
زمانہ حال کو ماضی کی عظمت پارینہ کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ نقد لکھنے والے کے شعور اور خیالات
کو [illegible] بڑھاتا ہے۔ وہ سماج کے دوسرے افراد تک شاعر یا ادیب کی بات پہونچانے میں
ابلاغ و تفہیم کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہ شعر کی تشریح بھی ہے اور اس کے توجیہہ بھی۔ وہ ادیب کے
اجتہاد کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے۔

تنقید ایک سماجی عمل ہے اور ناقد ادب کی محسوسات دنیا میں ایک ادبی پارکھ کی حیثیت
رکھتا ہے۔ ناقد ادب پاروں کو نقد کی کسوٹی پر کستا ہے اور نقد کے اصول و مقاییس کی روشنی میں
[illegible] ہے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرتا ہے اچھے ادب کی تخلیق میں ادیب کے ذاتی مشاہدے
[illegible] بصیرت کو دخل ہے۔ ناقد کا ذہن داخلی حقیقتوں کے ساتھ ساتھ خارجی حقیقتوں سے

الست: جفلیہ: واقعہ کا تأثیر [illegible] الفاظ اور تہذیب الفن سے ہونا ضروری ہے [illegible]

ضروری ہے کہ [illegible] کے [illegible] طبع اور اس کے فطری جذبے میں تحریک ہو۔

نقد کے اصول [illegible] عناصر ادب: جذبہ، فکر، خیال اور ہیئت میں جذبہ کو فوقیت حاصل ہے جذبہ ایک اہم عنصر ہے۔ [illegible] جذبہ کی تحریک تاثر ہے۔ حافظہ خیال کو پیدا کرتا ہے اور خیال تصویروں کو ابھارتا ہے۔ پھر حقائق کو [illegible] کرتا ہے۔ جذبہ ایک خوبصورت اور ترنم لباس کو [illegible] ہے۔ [illegible] شعر و نثر کا روپ [illegible] ہے۔ جذبہ ایک خیال [illegible] کو [illegible] ہے اور خیال کو واضح طور پہ سامنے لاتا ہے۔ فکر و تحریک [illegible] ہے۔ مگر جذبہ ہمیشہ لباس کا محتاج ہے جذبہ تخلیق کا محرک ہے۔ جذبہ میں ایک حد تک خیال کی کارفرمائی ہے جذبے کے آہنگ سے نغمہ کے آہنگ کی تخلیق ہوتی ہے۔ اسی طرح جذبہ عالم فطرت اور عالم انسانی میں حسن کی تخلیق کرتا ہے (۱)

علمائے نقد اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے اچھا ادب وہ ہے جس میں خطا ر فکری نہ ہو جذبات کی عکاسی ہو۔ نقد میں اہم چیز ذوق خاص ہے۔ ذوق سب کا ایک سا نہیں ہوتا۔ ذوق کے پیمانے سب کے الگ الگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا نقد کسی اصول یا ضابطے کا پابند نہیں۔ اس کا مزاج مختلف انسان ہے۔ نقد کے اصول مشکل نہیں۔ اور نہ نقد میں نحو، بلاغت کی طرح تفصیلی قوانین ہیں۔ نقد کے قوانین عام اور یکسار ہیں۔ ان کا تعلق ہر فرد کے ذوق سے ہے وہ اصول شخصیت کو فنا نہیں کرتے بلکہ شخصی اثرات یا شخصیتوں کو اپنے احاطے میں لیتے ہیں۔ نقد کی نگاہ میں ادب رفیع اقدار اعلیٰ کا مبلغ ہے۔ اس پر تہذیب نفس غالب ہے۔ وہ انسانوں کو دل آزاری کا نہیں، سرور نشاط کا سامان بہم پہونچاتا ہے۔ یہ خصوصیت اچھے ادب ہی کی نہیں۔ تمام فنون جمیلہ کا یہی مقصد ہوتا ہے کوئی بھی اچھا ادیب یا انسان اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو غم و الم کی آماجگاہ بنائے۔ بجز اس کے کہ خود ادیب ہی کا ذہن غیر صحت مند ہو۔

یونانی تنقید:

یونانی قوم کو ابتداء ہی سے نزاکت احساس اور فصاحت زبان عطا ہوئی تھی [illegible]

---

(۱) احمد شائب: المرجع السابق: تمہید

[illegible] کے بارے میں شعراء جمالیاتی مسائل، وغیرہ اور اشارے
[illegible] کے لئے کا اظہار کرتے تھے۔ وہ تنقیدی نظریات بغیر کسی شعور
[illegible] ہوتے تھے۔ بعد ازاں یونانی فلسفہ کے ادوار "ایلیڈ" اور اوڈیسی کی
[illegible] تنقید تحقیق اور متون کی چھان بین کا ذریعہ بن گئی ساتھ ہی ساتھ انہوں نے
[illegible] عملی رجحانات بھی کی۔ کیونکہ یونانیوں کے نزدیک شاعری کا مرتبہ بہت
بلند تھا۔

پانچویں صدی قبل مسیح جب منظوم ڈرامہ وجود میں آیا اور یونان کے دارالسلطنت ایتھنز
میں اس نے ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی تو تنقید نے بھی ترقی کی۔ اب شعراء کے لیے اس بات کا
امکان پیدا ہوا کہ وہ اس جامع اور گہرے طریقے سے اختیار کریں چنانچہ تنقید کی وسعت اور اس
کے پہلوؤں پر گہری نظر ڈالنے کی گنجائش پیدا ہوئی۔
یونان کے متقدمین اور مجددین ادباء کے درمیان پروان چڑھنے والی اس تنقید کے علاوہ
ایک دوسری قسم فلاسفہ کی تنقید تھی۔ جس نے نئے نئے گوشے کھولے۔ تنقید کی اس طرز ردمان کا ادب
زندہ رہا اور اس نے قدیم عربی اور جدید یورپی ادب پر اپنے اثرات ڈالے یہ فلسفی طبقہ، معانی الفاظ
اور موضوع پر حاوی تھا۔ اس نے اپنی بحث و تفکر کا میدان "ایلیڈ" اور اوڈیسی کو بنایا
تھا۔ جب ان فلاسفہ نے دیکھا کہ ہومر اور اس کے ساتھی اپنے معبودوں کی تصویر اس طرح سے
کھینچتے ہیں جو عقل کے منافی ہے۔ تو ان کے ایک طبقے نے شعر سے انکار کر دیا اور دوسرا طبقہ ان
معبودوں کی مجازی تفسیر کرنے لگا کہ وہ خیالی تصور ہے جو خوبصورت فنی طریقے ہی سے سمجھے جانے چاہئیں
دونوں طبقوں میں سے کسی نے بھی شعر کے حسن سے انکار نہیں کیا جو تمام لوگوں کو مبہوت کر
دیتا ہے۔

پانچویں صدی میں جب سقراط کا ظہور ہوا تو ابتدا میں وہ سوفسطائی تھا۔ لیکن بعد میں
اس نے حقائق اشیاء کو ثابت کر کے اساتذہ کے منصب کو ختم کر ڈالا۔ اور بیان یا بلاغت کی یہ تعریف
کی کہ وہ حقائق کے اظہار کا فن ہے۔ اسی میں اس نے مشہور ڈائیلاگ کا راستہ اختیار کیا
اس کے بعد اس کا شاگرد افلاطون آیا جو فلسفہ میں مثال کے نظریہ کا حامل تھا۔ اس نے کہا کہ

ادب یا کلام ایسا فن نہیں ہے جس کو انسان خود بناتا ہو اور اس پر اعتماد کرتا بلکہ وہ وحی اور الہام ہے ۔ پاکیزہ نفوس، حقائق اشیاء کا ادراک کرکے لوگوں کے سامنے شعر، نثر یا فلسفہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اور انسان کو اس چیز کے نقل کرنے کے لئے جو قدرت نے اس کے دل میں ڈالدی ہے ۔ فن بیان کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس کے نزدیک کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو فطری جسمیں ہماری تدبیر کو دخل نہیں۔ اور وہ ہے نفس کی قوت اور اس کی صناعی جس کے ذریعہ وہ اخذ و کسب کرسکے۔ دوسری قسم کسبی فن بیان ہے جسکو متکلم (ادیب وغیرہ) قارئین وسامعین کے نفوس کے مطابق وجود میں لاتا ہے۔ اس کے نزدیک نقد ادبی، نفوس کی فطرت اور اس کے احوال وصلاحیتوں کا علم پھر اس کے اور کلام بلیغ کے درمیان تطابق پیدا کرتا ہے۔ (۱)

چوتھی صدی قبل مسیح میں ارسطو کا ظہور ہوتا ہے اس نے پہلے تو تمام فلسفیوں، شعراء اور لغویین کا بغور مطالعہ کیا، ہر چیز کو ہضم کیا اور اس کو مثال کے انداز میں پیش کیا اور اس کی تکمیل کی ان سب کاموں کے بعد اصول بلاغت و نقد میں معرکۃ الآراء تصنیف " خطابت وشعر" پیش کی یہ کتاب بجا طور پر تمام ترقی یافتہ درسگاہوں میں نقد و بلاغت کے تمام مطالعات کا مرجع اول شمار کیجاتی ہے ۔

عربی ادب میں تنقید کا ارتقاء!

اسی طرح کی بات عربی ادب کی تاریخ میں ادبی تنقید کے فروغ کے سلسلے میں کی جاتی ہے۔ عہد جاہلی میں اس کا دار و مدار شعر و شعراء کے تبصرہ پر تھا۔ اور سادہ فطری ذوق پر منحصر تھی اور یہ چیز شعراء کے آپسی مقابلوں اور انکا بازاروں، بادشاہوں اور رؤسا کی محفل میں جمع ہونے اور شاعر قبیلوں کی عصبیت اور بدوی زندگی میں شاعر اور اس کے کلام کی اہمیت کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ یہ سب باتیں ایک طرف تو شعر کی عمدگی کا سبب اور دوسری طرف شعراء کی تنقید اور انکا نقص نکلنے کا سبب ثابت ہوئیں۔ یہ تنقید مفرد اور جملے کے لفظ و معنی پر مشتمل ہے۔ اور اس کا

---

(۱) طٰہٰ حسین من محاضرات فی تاریخ البلاغۃ

دار و مدار ذاتی تاثرات اور ردعمل پر تھا۔ اسمیں کوئی مقررہ قوانین نہیں تھے جن کی شرح و تجزیہ کرنے کے لئے نقاد متوجہ ہوئے۔ اس تنقید کی انتہا شعر کی اہمیت اور شاعر کے ساتھیوں میں اس کے مقام پر ہوتی تھی۔ (۱)

اس دور کے ایسے راوی بھی پائے جاتے ہیں۔ جو شعراء سے اخذ کرتے اور ان کے بارے میں جانبداری کا اظہار کرتے۔ جیسا کہ زہیر و نابغہ کے یہاں واضح شعری مسالک تھے۔ یہ حال ظہور اسلام تک باقی رہا۔ ظہور اسلام سے نئی شاعری کو ترقی حاصل ہوئی۔ اور شعراء نے اس کے لئے دین کے ارد گرد جھگڑنا شروع کر دیا کوئی اس کا حامی او رداعی تھا اور کوئی اس کا مخالف اور اس سے جنگ پر آمادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ ایسی شاعری کو پسند فرماتے تھے جو اخلاق فاضلہ اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہوتی اور شاید عمر بن الخطابؓ کی اور زہیر بن ابی سلمیٰ کی شاعری پر تنقید ایجابی نقد کی مثال ہے۔ جو تفسیر و تجزیہ پر قائم ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اسکے کلام میں الہام ہیا ہے وہ مانوس الفاظ سے پرہیز کرتا ہے اور اس نے اپنے ممدوح کی وہی تعریف کی ہے جو اس میں موجود ہے۔

پہلی صدی ہجری جب آگے بڑھی تو شعر کی ترقی میں اضافہ ہوا۔ ماحول اور شعری وسیاسی مسالک مختلف ہوگئے جاہلی اور دیگر قسم کی عصبیات نے پھر سے جنم لیا۔ جس کے نتیجے میں نقد ادبی کو تقویت حاصل ہوئی اور اس نے شعر کے تمام عناصر کا احاطہ کر لیا۔ شعراء کے درمیان موازنہ ہونے لگا اور انکو طبقات میں تقسیم کیا جانے لگا۔ (۲)

یہ تنقید۔ جاہلی تنقید کی توسیع تھی۔ کیونکہ ادباء کے درمیان ان کا انحصار ذاتی صلاحیتوں پر تھا۔ اس قسم کی تنقید بڑے بڑے شعراء مثلاً جریر، فرزدق، اخطل، ذوالرمہ اور بدوی وحضری غزل گو شعراء جیسے جمیل، کثیر، نصیب اور عمر بن ربیعہ اور مختلف سیاسی طبقوں کے شعراء کے ارد گرد گھومتی رہی۔ اس نوع فنی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری نحوی و لغوی تنقید کا وجود ہوا۔ جس کو بصرہ وکوفہ کے علم و لغت کے علماء لیکر اٹھے تھے۔ اس قسم کی تنقید کی بنیاد ادب اور اصول نحو و لغت

---

(۱) وقد نعص الاستاذ منه وسمقاييس النقد الا فى رسالته تيارات النقد الادبى الرابع

(۲) راجع : احمد امین۔ ضحی الاسلام۔

کے علماء پیش کر اٹھے تھے۔ اس قسم کی تنقید کی بنیاد ادب اور اصول نحو و لغت و عروض کے درمیان تو
پر تھی۔ اگرچہ علماء اپنی تنقید میں ذوق فنی سے مطلق طور پر دستبردار نہیں ہوتے نقد میں وسعت
پیدا ہوگئی تو اس کے کئی پہلو رونما ہو گئے مثلاً ایک طرف شاعر اور اس کی شاعری کے درمیان
تعلق کو پیش نظر رکھنا چنانچہ عدی بن زید شہری زندگی اور وہاں کے لوگوں کے ملنے جلنے سے متاثر
ہوا تھا جس سے اس کو لغوی وضاحت اور شعری ملکہ حاصل ہوا۔ ابن قیس الرقیات جو نہ فصیح تھا اور
نہ قابل اعتماد اس نے فوج کو تکریت کے مقام پر شراب نوشی میں مشغول رکھا۔ اس کا ایک پہلو وہ ہے
جو اصمعی نے زمانۂ اسلام میں حضرت حسان بن ثابت کی شاعری کی کمزوری کے بارے میں کہا ہے
کیونکہ شاعری خواہشات اور برائیوں پر قائم ہے، چنانچہ وہ جز اسلام میں داخل ہوا تو کمزور
پڑ گیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ شاعری اجتماعی زندگی کی بازگشت ہے اس کا ایک پہلو وہ بھی ہے
جس پر تبدیلی کے عوامل کو کون زیادہ قبول کرتا ہے۔ اور تجدید کے اسباب کو کون جلدی تسلیم
کرتا ہے۔ شعر یا نثر اس بات کا جواب دینے سے پہلے ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ علم کی
بہ نسبت ادب میں تبدیلی بہت آہستہ ہوتی ہے۔ ان کو تبدیل کرنے اور تصویر و تعبیر کی نئی خصوصیات
پیدا کرنے کے لئے مختلف تجربات اور ایک طویل زمانہ درکار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تبدیلی
میں چھلانگ نہیں ہوتی۔ لیکن علم میں یہ تبدیلی بہت تیزی سے واقع ہوتی ہے۔ وہ ماضی کی تقلید
چھوڑ دیتا ہے دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں۔ فن کے دائرہ میں نثر ادب میں اپنے زمانوں کو
سب سے واضح مثال بھی پیش کرتی ہے۔

ان میں سے ایک یہ کہ نثر دراصل عقل کی زبان ہوتی ہے جو عقلی نظریات کو مقرر کرتی ہے
اور اس کے نتائج کو محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن شعر اکثر جذبہ کی زبان ہوتا ہے جسکو وہ ابھارتا ہے
اور جس کی تصویر کشی کرتا ہے۔ عقل ترقی کے عوامل بہت تیزی سے قبول کرتی ہے کیونکہ وہ نظری
فکر ہے۔ رسم رواج اور تقاریب کی پابندی نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف جذبہ جسکو فطری اور
اجتماعی تقالید اپنی جانب مائل کرتی رہتی ہیں اور اس کی رفتار کو سست بھی کرتی رہی ہیں اور
اس کے نتائج ادب، موسیقی اور مجسمہ سازی کو قوم کی شخصیت پر زیادہ دلالت کرنے والی
بناتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نثر جو عقل کی زبان ہوتی ہے، شعر سے زیادہ جلدی تبدیل

ہو جاتی ہے اور اس کے تاریخی ادوار شاعری کے ادوار سے مختلف ہوتے ہیں۔

دوسری چیز یہ کہ فن کے دائرے میں شعر کا دخل نثر سے زیادہ ہے اور فن بڑی حد تک ماضی پر قائم ہوتا ہے، وہ ماضی کے نمونوں سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے آثار کی نمائندگی کرتا ہے۔ برخلاف علم کے۔ کیونکہ وہ اپنے موضوعات موجودہ واقعات سے اخذ کرتا ہے۔ اور ماضی سے اس کا تعلق صرف تسلسل کا ہوتا ہے۔ اور شعر ماضی کی جانب سے متوجہ ہوتا ہے اور نثر مستقبل کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ یہ جز نثر کو چند قدم آگے بڑھا دیتی ہے جبکہ شاعری ایک جگہ پر رک جاتی ہے۔ اس کے اوزان زیادہ تر مقرر ہیں۔ اس کی خیالی صورتیں بہت کم بدلتی ہیں قصیدہ ایک معیار بنتا ہے۔ عبارتوں میں اکثر اوقات جمود پیدا ہو جاتا ہے۔ انہیں امور میں سے ایک جز یہ ہے کہ شعر کی فنی صورت، شعراء کے نفوس میں سست رفتاری کی بناء پر بہت آہستہ آہستہ بدلتی رہتی ہے لیکن نثر کے اسالیب میں چونکہ تصرف کی آزادی ہے اس لئے ادبی تاریخ میں نثر نگاری کی عبارات و شخصیات میں اختلاف نہیں کئے گئے۔ لیکن شعراء تقلید و تدبیر کے دائروں میں مقید ہیں۔

ایک بات یہ ہے کہ شعراء اپنی فنی صلاحیتوں پر فخر کرنے کی وجہ سے تعلیم پر اتنی توجہ نہیں دیتے، جتنی انشار پرداز دیتے ہیں۔ موجودہ زندگی سے متعلق ہر نیکی کیوجہ سے ثقافت سے زیادہ قریب ہیں۔

یہ جز انشار پردازوں کو زندگی سے بہت زیادہ قریب اور فنی جمہوریت کیطرف زیادہ مائل کر دیتی ہے۔ لیکن شعراء فنی اور نفسی بالادستی کے سامنے جھک جاتے ہیں جو ان کو واقعات کے ساتھ تیزی سے قدم ملا کر چلنے سے روکتی ہے۔ اسی وجہ سے تعلیم یافتہ شعراء ابو تمام، متنبی، معری وغیرہ نے شعر میں تجدید اور ستونوں سے تجاوز کرنے کی کوشش کی۔ جن سے قدامت پسند چمٹے ہوئے تھے۔

نقد کے لغوی اور اصلاحی معنی اور اس کا موضوع:

محیط" "لسان العرب" اور ان کے علاوہ دوسری لغات میں النقد والتنقاد والانتقاد"

راہم کے پرکھنے اور ان میں سے کھوٹے سکوں کو نکال کر الگ کرنے کے معنی میں آتا ہے اور
مصباح اللغات " میں انتقد الدراھم نقد وصول کرنے اور کھوٹے کو الگ کرنے کے معنی میں آتا ہے
مشہور عالم " سیبویہ " کا ایک شعر ہے جو اس نے اونٹنی کی تعریف میں کہا ہے ۔

تنفی یداھا الحصی فی کل ھاجرۃ
نفی الدراھم تنقاد الصیاریف

اس کے ہاتھ پتھریلے میدان کو الگ کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ ماہر صراف دراہم میں اچھے سے برے اور کھوٹے دراہم کو الگ کر دیتا ہے ۔

نقدت الدراھم وانتقدتھا ای اخرجتھا منھا الزیف " یعنی میں نے دراہم کو جانچا اور اس میں جو کھوٹ تھی اسکو نکال دیا ۔

اس طرح سے یہ پہلا لغوی معنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ " نقد سے مراد اچھے اور برے یعنی کھرے اور کھوٹے دراہم و دینار کے درمیان تمیز کرنا ہے اور یہ بات فہم و فراست اور موازنہ کی صلاحیت یعنی پرکھ لینا اور عمدہ تجربے کے ساتھ ساتھ پختہ فیصلہ اور ارادہ کے بغیر ممکن نہیں ہے ۔

دوسرا لغوی معنی بھی اسی کی دلیل ہے جیسے نقدت راسہ باصبعی (اذا ضربتہ) یعنی میں نے اس کے سر کو انگلی سے مار کر دیکھا۔ اور نقدت الجوزۃ انقدھا (اذا ضربتھا) یعنی میں نے اخروٹ کو توڑ کر اس میں سے اس کی گری کو نکالا ۔

اس بات کی وضاحت ہمیں حضرت ابو درداءؓ کی اس حدیث میں بھی ملتی ہے۔" ان نقدت الناس نقدوک وان ترکتھم ترکوک " یعنی اگر تم لوگوں کے ساتھ عیب جوئی اور غیبت کے ساتھ پیش آؤ گے تو وہ بھی تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے " اس حدیث میں لفظ نقد " کے معنی عیب لگانا، کسی کو برا بھلا کہنا ۔ اور کسی کے اوپر کیچڑ اچھالنا یا اس کے دامن کو داغدار کرنا ہے اور یہ افراط یعنی کسی غیر معمولی یا بالمبالغہ تعریف کرنے اور تفریط" یعنی کسی کے صرف محاسن اور خوبیوں کو ہی بیان کرنے کی ضد ہے ۔

تقریظ، قرظ الجلد، سے مشتق ہے جس کے معنی کھال کو ںکالنے کے ...

ادیم مقروظ" اس چمڑے کو کہتے ہیں جو پکا اور لگا ہوا ہو، اور یہ لفظ یعنی تقریظ صرف حسن و جمال کے لئے خاص ہے۔ اسی لئے ہم کہیں گے کہ نقد ذم کے لئے مستعمل ہے اور تقریظ مدح و ثنا کیلئے۔

ان کے علاوہ اس مادہ "نقد" کے بہت معانی ہیں جن کے لئے یہ استعمال ہوتا ہے جیسے نقد فلاناً و نقد ان ثمن نقد ادا کرنا۔ نقدہ درھما۔ دینار پرکھنا۔ الغرض یہ وہ تمام اہم معانی ہیں جن کو اہل لغات نے "نقد" کے مادہ سے مراد لیا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے وہ یہ کہ ادبار، علماء اور اہل فن حضرات کے نقائص کو واضح اور ظاہر کرنا۔ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا اور تشہیر یا تعلیم کی غرض سے ان کی تشریح و اشاعت کرنا۔ یہ معنی ہمارے موجودہ زمانہ میں بہت عام ہوگیا ہے۔ اور جبکہ "نقد" بولا جاتا ہے تو اس سے کسی بات پر گرفت کرنا۔ اس کے عیوب کو عام کرنا اور ان کے ماخذ کو معلوم کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔

ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی (م ۳۸۴ھ) کی قدیم تصنیف "کتاب الموشح" میں علماء نے شعراء پر جو گرفت کی ہے تحریر ہے۔ اور اس کے علاوہ اس نے شعراء سابقین پر جو عیوب لفظی، معنوی، وزن و قافیہ، نحو و عروض اور بیان کے قوانین کے غیر مالوف یعنی خلاف قاعدہ ہونے کے سلسلے میں لگائے گئے ہیں۔ ان کی تضمین بھی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دور میں کتب، اشخاص، سیاسی اور اجتماعی مذاہب اور فنی نمونوں کی تعریف و تحسین شروع ہوگئی۔ جس کا اکثر حصہ محض دکھاوا ہے اور اگر سچ کہا جائے تو اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)